شعر عربی کی مختصر تاریخ

از
جناب پروفیسر ڈاکٹر سید رغیب حسین ایم، اے، پی ایچ ڈی، صدر شعبہ فارسی بریلی کالج۔ بریلی

(۳)

(۱۰) عبید علقمہ

ادبا کا اختلاف ہے کہ عبید بن الابرص اور علقمہ میں سے کس کو دسواں صاحب معلقہ مانیں۔ بعض نے اول کو مانا ہے بعض نے ثانی کو ہم دونوں کے حالات درج کئے دیتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی صاحب معلقہ نہ بھی ہو تو کم سے کم مشہور جاہلی شاعر تو ضرور ہے

تذکرہ: اس کا نام عُبید تھا اور اس کے باپ کا نام ابرص تھا قبیلہ بنو اسد کا رہنے والا تھا۔ یہ امرؤ القیس کا ہمعصر تھا اور شعر گوئی میں دونوں میں نوک جھونک چلا کرتی تھی۔ مشہور ہے کہ یہ شخص اوائلِ شباب میں شعر نہیں کہتا تھا۔ ایک بار یہ اور اس کی بہن دونوں ساتھ ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ کہیں سے کچھ لوٹ کا مال ملا۔ دونوں نے وہ مال گھر لانا چاہا۔ خاندان والوں میں سے کسی نے دیکھا اس نے دونوں کو منع کر دیا۔ اسے بہت صدمہ ہوا۔ دل شکستہ ہو کر خدا سے گریہ وزاری کرتا دعا مانگتا مانگتا سو گیا، خواب میں چند اشعار اس کے ذہن میں آئے۔ جاگا تو وہ تمام اشعار اس کے حافظہ میں محفوظ تھے بس اُسی دن سے شعر کہنے لگا اور تھوڑے ہی عرصہ میں باکمال شاعر ہو گیا کہ امرؤ القیس سے ٹکر لینے لگا۔ اس نے بہت طویل عمر پائی۔ اس کی موت کا قصہ بہت دردناک ہے۔ منذر بن ماء السماء بادشاہ نے ایک بار نشہ کی حالت میں اپنے دو مصاحبوں کو بے قصور قتل کرا دیا اور دفنا دیا۔ جب صبح ہوئی اور اس کو سارا واقعہ بتایا گیا تو بہت پچھتایا۔ اُس دن سے اُس نے عہد کیا کہ سال بھر میں دو دن ان کی قبروں کی مجاوری میں گزارے گا اس طرح کہ پہلے دن جو شخص سب سے پہلے اس کے سامنے سے گزرے گا خواہ وہ کوئی بھی ہو منذر اُسے سو اونٹ انعام دے گا اور دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے اس کے سامنے سے

گزرے گا منذر اسے قتل کر دے گا چاہے وہ کوئی ہو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ عبید ایک سفر میں صبح کو ادھر ہی سے گزر رہا تھا اور وہ منذر کے قیام کا دوسرا دن تھا۔ بس منذر نے اپنی منت کے مطابق عبید کو بے قصور قتل کر ڈالا یہ واقعہ ۵۵۵ء کا ہے۔

تبصرہ | ۱۔ بہادری اور فخر کے مضامین میں اس کا کلام عنترہ بن شداد عبسی کے کلام سے بہت ملتا جلتا ہے۔

۲۔ امرؤ القیس جیسے قادر الکلام شاعر سے چوں کہ اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس لئے بڑی کاوش و محنت سے شعر کہتا پھر اس پر بار بار نظر ڈال کر ان کو زیادہ سے زیادہ جلا دیتا۔ اس وجہ سے اس کا کلام بہت مقبول ہوتا تھا۔

۳۔ بعض ناقدین ادب کا خیال ہے کہ یہ بھی صف اول کے شعرا میں ہے اور اس کا وہ قصیدہ ـــــ جس کا مطلع یہ ہے :۔

اقفر من اهله ملحوب فالقطبيات فالذنوب

دیگر قصائد معلقات کا ہم پلّہ ہے۔ اس لئے "معلقات عشر" کے شعرا کی فہرست میں اس کا نام بھی لیتے ہیں۔

۴۔ اس کی طویل عمری اور پختہ کاری کے آثار اس کے کلام میں پائے جاتے ہیں یعنی حکمت و نصیحت سے اس کے اشعار پُر ہیں۔

(۱۱) علقمہ

تذکرہ | اس کا نام علقمہ اور اس کے باپ کا نام عبدہ تھا یہ بنو تمیم کا رہنے والا تھا یہ بھی امرؤ القیس کا ہم عصر اور ہمسر تھا امرؤ القیس کی اس سے بھی چشمک رہا کرتی تھی۔ ایک دن دونوں اپنی شاعری کو حریف کی شاعری پر ترجیح دے رہے تھے علقمہ نے کہا اچھا آؤ آج ہمارا تمھارا مقابلہ بدیہہ۔ شعر گوئی میں ہو۔ امرؤ القیس بولا اچھا میں تیار ہوں لیکن افضلیت کا فیصلہ کون کرے گا۔ علقمہ نے کہا میں تمھاری ام جندب ہی کو حکم اور پنچ مانے لیتا ہوں وہ جو فیصلہ

کرے دونوں کو ماننا پڑے گا۔ امرؤالقیس راضی ہوگیا۔ ام جندب نے کہا اچھا تم دونوں اپنے اپنے گھوڑے کی تعریف میں ایک ہی ردیف قافیہ میں شعر کہو۔ امرؤالقیس نے جو اشعار کہے ان کا مطلع یہ تھا:۔

خلیلیّ! مرّا بی علیٰ ام جندب لنقضی لبانات الفواد المعذب

اس میں اس نے گھوڑے کے متعلق یہ شعر کہا:۔

فللسوط الهوبٌ وللساق درّةٌ وللزجر منه وقع اهوج منعب

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا کوڑے سے بھڑک اٹھتا ہے ایڑ سے بھی اُسے چوٹ سی لگتی ہے اور ڈانٹ کا اثر بھی بہت بُرا ہوتا ہے۔

علقمہ نے جو اشعار کہے ان کا مطلع یہ تھا:۔

ذهبت من الهجران فی کل مذهب ولم یک حقا کل هذا التجنب

اس میں گھوڑے کے متعلق اس نے یہ شعر کہا:۔

فادرکهن ثانیاً من عنانه یمرّ کمرّ الرائح المتحلب

یعنی پھر میں اُن شکاروں کو جا پکڑتا ہوں محض اس کی باگ کو اک ذرا موڑ دینے سے پھر تو وہ ہوا سے باتیں کرنے لگتا ہے۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا قصیدہ پورا سنا چکے تو ام جندب نے امرؤالقیس سے کہا کہ علقمہ کا قصیدہ تیرے قصیدہ سے بڑھ گیا تو نے اپنے گھوڑے کو کوڑے اور مہمیز کا محتاج بتایا کہ ان کے پڑنے سے وہ بہت تیز چلتا ہے اور علقمہ کہتا ہے کہ محض لگام کے اشارہ سے وہ ہوا سے باتیں کرنے لگتا ہے یہ فیصلہ اپنی بیوی کی زبان سے سُن کر امرؤالقیس کچھ شرمایا اور کچھ برہم ہوا اور اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ علقمہ نے دیکھا کہ ام جندب پر محض میری وجہ سے یہ مصیبت آگئی تو اُس نے اُسی وقت ام جندب سے خود نکاح کر لیا۔ کیوں کہ جاہلیت میں یہ سب جائز تھا جنگ حلیمہ میں حارث غسانی نے بنو تمیم کے ستر آدمیوں کو قید کر لیا۔

انھیں میں اس کا بھائی بھی گرفتار ہو گیا۔ علقمہ نے چاہا کہ کسی طرح اپنے بھائی کو چھڑائے تو حارث غسّانی کی مدح میں ایک زوردار قصیدہ کہا۔ اس کا یہ قصیدہ بہت مشہور ہے۔ مطلع یہ ہے :-

طحا بک قلبٌ فی الحسان طروبٌ — بعید الشباب حیث حان مُشیبٌ

بادشاہ نے یہ قصیدہ بہت پسند کیا اور نہ صرف اس کے بھائی کو بلکہ سارے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ علقمہ نے ۵۶۱ء میں امرؤ القیس کی موت کے ایک سال بعد انتقال کیا۔

تبصرہ | ۱۔ اس کے کلام میں روانی اور زور امرؤ القیس کی طرح ہے۔ چوں کہ امرؤ القیس کا کلام زیادہ محفوظ رہا اور بعد کے لوگوں کو دستیاب ہوا پھر امرؤ القیس کے کلام میں رنگینیاں اور رنگِ بیاں علقمہ سے زیادہ ہیں اس لئے اس کی شہرت اور مقبولیت زیادہ ہے۔

۲۔ علقمہ کے کلام میں حکمت و دانائی کے مضامین زیادہ ہیں۔

۳۔ منظر نگاری میں علقمہ کو کمال حاصل تھا۔

اس کے کلام کا نمونہ یہ ہے :-

فان تسئلونی فی النساء فاننی — بصیرٌ بادواء النساء طبیبٌ

اِذا شاب رأسُ المرء او قلّ مالہٗ — فلیس لہٗ فی وُدِّھِنَّ نَصِیبٌ

یردن ثراء المال حیث علمنہ — وشرخ الشباب عندھن عجیبٌ

جاہلیت کے صفِ دوم کے شعرا

(۱) مُہلہِل

تذکرہ | اس کا نام عدی اور مُہلہِل لقب تھا۔ اس کی کنیت ابو لیلیٰ تھی اس کے باپ کا نام ربیعہ تھا۔ نجد کے اتر پورب کے حصہ میں جہاں بنو تغلب کی بستیاں تھیں تقریباً ۴۶۰ء میں پیدا ہوا۔ عدی بڑا جری۔ نہایت فصیح اور بہت خوبصورت آدمی تھا بنو تغلب کا

کرے دونوں کو ماننا پڑے گا۔ امرؤ القیس راضی ہو گیا۔ ام جندب نے کہا اچھا تم دونوں اپنے اپنے گھوڑے کی تعریف میں ایک ہی ردیف قافیہ میں شعر کہو۔ امرؤ القیس نے جو اشعار کہے ان کا مطلع یہ تھا:۔

خلیلیَّ مُرّا بی علی ام جندبٍ لنقضی لبانات الفؤاد المعذّبِ

اس میں اس نے گھوڑے کے متعلق یہ شعر کہا:۔

فللسّوط الهوبٌ وللسّاق درّةٌ وللزجر منه وقع اهوج منعبِ

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا کوڑے سے کھٹ تک اٹھتا ہے ایڑ سے بھی اُسے چوٹ سی لگتی ہے اور ڈانٹ کا اثر بھی بہت بُرا ہوتا ہے۔

علقمہ نے جو اشعار کہے ان کا مطلع یہ تھا:۔

ذهبت من الهجران فی کل مذهبٍ ولم یک حقاً کلّ هذا التجنّبِ

اس میں گھوڑے کے متعلق اس نے یہ شعر کہا:۔

فادرکهنّ ثانیاً من عنانه یمرّ کمرّ الرائح المتحلّبِ

یعنی پھر میں اُن شکاروں کو جا پکڑتا ہوں محض اس کی باگ کو اک ذرا موڑ دینے سے پھر تو وہ ہوا سے باتیں کرنے لگتا ہے۔

جب وہ دونوں اپنا اپنا قصیدہ پورا سنا چکے تو ام جندب نے امرؤ القیس سے کہا کہ علقمہ کا قصیدہ تیرے قصیدہ سے بڑھ گیا تو نے اپنے گھوڑے کو کوڑے اور مہمیز کا محتاج بتایا کہ ان کے پڑنے سے وہ بہت تیز چلتا ہے اور علقمہ کہتا ہے کہ محض لگام کے اشارہ سے وہ ہوا سے باتیں کرنے لگتا ہے یہ فیصلہ اپنی بیوی کی زبان سے سن کر امرؤ القیس کچھ شرمایا اور کچھ برہم ہوا اور اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ علقمہ نے دیکھا کہ ام جندب پر محض میری وجہ سے یہ مصیبت آگئی تو اُس نے اُسی وقت ام جندب سے خود نکاح کر لیا۔ کیوں کہ جاہلیت میں یہ سب جائز تھا جنگ حلیمہ میں حارث غسانی نے بنو تمیم کے ستر آدمیوں کو قید کر لیا۔

انھیں میں اس کا بھائی بھی گرفتار ہو گیا۔ علقمہ نے چاہا کہ کسی طرح اپنے بھائی کو چھڑائے تو حارث غسانی کی مدح میں ایک زوردار قصیدہ کہا۔ اس کا یہ قصیدہ بہت مشہور ہے۔ مطلع یہ ہے:۔

طحابك قلبٌ فی الحسان طروبُ　　بعید الشباب حیث حان مشیبُ

بادشاہ نے یہ قصیدہ بہت پسند کیا اور نہ صرف اس کے بھائی کو بلکہ سارے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ علقمہ نے ۵۶۱ء میں امرؤ القیس کی موت کے ایک سال بعد انتقال کیا۔

تبصرہ | ۱۔ اس کے کلام میں روانی اور زور امرؤ القیس کی طرح ہے۔ چوں کہ امرؤ القیس کا کلام زیادہ محفوظ رہا اور بعد کے لوگوں کو دستیاب ہوا پھر امرؤ القیس کے کلام میں رنگینیاں اور رنگ بیاں علقمہ سے زیادہ ہیں اس لئے اس کی شہرت اور مقبولیت زیادہ ہے۔

۲۔ علقمہ کے کلام میں حکمت و دانائی کے مضامین زیادہ ہیں۔

۳۔ منظر نگاری میں علقمہ کو کمال حاصل تھا۔

اس کے کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

فان تسئلونی فی النساء فاننی　　بصیر با دواء النساء طبیبُ

إذا شاب رأس المرء او قل مالہ　　فلیس لہ فی وُدِّهِنَّ نصیبُ

یردن ثراء المال حیث علمنہ　　وشرخ الشباب عندهن عجیبُ

جاہلیت کے صفِ دوم کے شعرا

(۱) مُہلہل

تذکرہ | اس کا نام عدی اور مُہلہل لقب تھا۔ اس کی کنیت ابو لیلیٰ تھی اس کے باپ کا نام ربیعہ تھا۔ نجد کے اتر پورب کے حصہ میں جہاں بنو تغلب کی بستیاں تھیں تقریباً ۴۶۱ء میں پیدا ہوا۔ عدی بڑا جری۔ نہایت فصیح اور بہت خوبصورت آدمی تھا بنو تغلب کا

سردار تھا۔ نو عمری ہی میں کھیل تماشے۔ عیش و عشرت، شراب اور جوئے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس کا یہ حال دیکھ کر اس کے بڑے بھائی کُلیب نے "زیر النساء" (گھر گھسنا اور عورتوں کا دیوانہ) رکھ دیا تھا۔ یہ اپنے بڑے بھائی کُلیب کو قبیلہ کی نگرانی اور ساری ذمہ داریاں پوری کرتے دیکھ کر خود مطمئن تھا۔ جنگ اور دوسرے ذمہ داریوں کے کاموں سے الگ اپنی رنگ رلیوں میں مشغول رہتا۔ مگر جب کوئی مشکل کا وقت آپڑتا تو اس کی خاندانی اور فطری شجاعت اس کے اندر جاگ اُٹھتی چنانچہ ۴۸۱ء میں یمن کے بنو قحطان اور معد کے بنو عدنان سے حجاز کے جنوب میں مقام سلّان پر ایک سخت جنگ ہوئی اس میں عدی بھی اپنے بھائی کُلیب کے دوش بدوش لڑا اور اس جنگ میں بنو عدنان کی فتح ہوئی۔

مُہلہل کا ایک چچیرا بھائی ہمام تھا وہ بھی رئیس زادہ اور بد اطوار تھا۔ اُسی کی صحبت میں مہلہل زیادہ رہتا تھا اور شراب کباب وغیرہ میں زندگی گزارتا۔ ایک دن دونوں نشے میں چور تھے کہ ایک لونڈی نے آکر ہمام سے کہا کہ کُلیب کو اس کے سالے جسّاس نے "بسوس" کے کہنے سے قتل کر دیا ہے اور قتل کے بعد جسّاس ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے قبیلہ بنو بکر میں اپنے باپ مُرّہ کے پاس چلا گیا۔ مہلہل شراب کے نشہ میں تھا اس نے پوچھا کہ کہو ہمام! کیا خبریں ہیں! ہمام نے کلیب کے قتل کا قصہ سنایا تو مہلہل نے نشہ کے ترنگ میں کہا "اجی جسّاس کا ہاتھ کلیب تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ کہہ کر پھر شرابنوشی میں مشغول ہو گیا اور کہنے لگا "آج پیو شراب کل کرنا حساب" جب وہاں سے اُٹھ کر اپنے محلہ میں آیا تو دیکھا کہ قبیلہ والے کُلیب کا ماتم کر رہے ہیں اور بعض لوگ شدّتِ غم میں یہ سوچ کر کہ ایسے زبردست سردار کے مرنے کے بعد نہ اب زندگی کا مزہ ہے اور نہ اب کوئی ایسا ہے جو اس کا انتقام لے سکے اپنے نیزے توڑنے اور گھوڑوں کو ذبح کرنے پر آمادہ ہیں۔ بس اس حادثہ اور اس کے ان نتائج نے یکایک اس کے خیالات کا رخ بدل دیا کہ یا تو تغزل اور عورتوں کے ذکر کے سوا اسے کوئی اور کام نہ تھا نہ اس نے اب تک کسی کا مرثیہ کہا تھا نہ اور کسی مضمون

کو نظم کیا تھا۔ یا اب مرثیہ۔ طلب انتقام۔ کلیب کے مفاخر و فضائل کے سوا اور کسی مضمون کا شعر اس نے کہنا بالکل بند ہی کر دیا۔ یا تو گھر گھُسا تھا یا اب عورتوں کی طرف اسے مطلقاً میلان نہ تھا۔ یا تو اب تک شراب نوشی میں مشغول رہا کرتا یا اب سے جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ اب پورے قبیلہ کی حفاظت اور خاندانی مفاخر کی امانت سنبھالنے کی ذمہ داری اس کے سر پر تھی اس لئے قوم کے جنگجو افراد کو جمع کیا اور بنو بکر کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ جس کا سلسلہ چالیس برس رہا۔ یہ جنگ "جنگ بسوس" کے نام سے مشہور ہے۔ آخر منذر سوم شاہ حیرہ نے صلح کرا دی۔ اس میں مہلہل ہمیشہ فتح پاتا رہا۔ آخر کار ۵۳۱ء میں مہلہل کا انتقال ہو گیا۔ اس کی موت کے متعلق اختلاف ہے کہ کس طرح ہوئی اور کہاں ہوئی۔

۱۔ بعضے کہتے ہیں کہ مہلہل جنگ کی طوالت سے گھبرا گیا تھا اور وہ بڑھاپے میں بنو تغلب کی بستیوں سے نکل کر اپنی ننہال بنو یشکر کی بستی میں چلا گیا اور وہیں مر گیا۔

۲۔ کلبی کا خیال ہے کہ یہ بوڑھا اور جھکّی اور چڑچڑا ہو گیا تھا اس کے دو غلام اس کی خدمت کرتے کرتے عاجز آ گئے تھے انھوں نے تنگ آ کر ایک دن اسے قتل کر دیا۔

۳۔ صاحب اغانی لکھتے ہیں:۔ کہ مہلہل عرصہ تک بحرین میں عمرو بن مالک کے یہاں قید تھا۔ وہاں یہ شخص شراب پیتا اور گھر بار کو یاد کر کر کے رویا تھا۔ تو عمرو بن مالک نے اسے شراب دینا بند کر دیا۔ اس نے بھی غصہ میں دودھ پانی وغیرہ پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ پیاس سے مر گیا۔

تبصرہ ۱۔ یہ سب سے پہلا عرب شاعر ہے جس کا دیوان مدوّن ہوا اور مختلف قصائد و مراثی۔ دیگر ابیات مرتب کئے گئے۔

۲۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے عورتوں کے ذکر کو شعر میں لکھا اور اس طرح لکھا کہ بعض اوقات رکاکت اور ابتذال کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

۳۔ اس کا خاندان اس کے بعد سے برابر ہی شعر گوئی میں مشہور رہا۔ یہ خود زبردست

شاعر تھا پھر اس کا بھانجہ امرؤ القیس اشعر العرب تھا کہ سبعہ معلقہ میں اس کا قصیدہ پہلا ہے پھر اس کا نواسہ عمرو بن کلثوم بھی زبردست شاعر تھا جس کا قصیدہ سبعہ معلقہ میں پانچواں ہے۔

۴۔ چوں کہ اس نے شعر میں عشق و محبت کے رقیق اور نرم جذبات سب سے پہلے ادا کئے۔ یا یہ کہ اس نے خود ہی ایک جگہ "ہلہلت شعرا" کا لفظ کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے شعر میں نرمی اور رقت کے مضامین ادا کئے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے مُہلہل کہنے لگے۔

(۲) تأبّط شرّاً

تذکرہ اس کا نام ثابت اور باپ کا نام جابر تھا۔ تأبّط شرّاً اسے اس لئے کہا جانے لگا کہ ایک دن یہ شخص قبیلہ والوں کی ایک مشورہ کی کمیٹی میں اس طرح شریک ہوا کہ بغل میں چھری چھپائے ہوئے تھا کہ نہ معلوم کیا وقت پڑ جائے۔ کسی نے دیکھ لیا تو اس نے شور مچایا کہ "قد تأبّط شرّاً" ارے یہ تو شر اور لڑائی بغل میں چھپائے بیٹھا ہے یہ بڑا ہوشیار اور بڑا بہادر تھا۔ اور یہ شخص بہت تیز دوڑتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ہرن کو دوڑ کر پکڑ لیتا تھا۔ اس کی ساری زندگی لوٹ مار۔ بھاگ دوڑ ہی میں گزری یہ دشمنوں کی پہاڑیوں میں جا کر شہد جمع کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دشمنوں کو پتہ لگ گیا وہ اکٹھے ہو کر اسے مارنے اور پکڑنے آئے یہ اس وقت ایک پہاڑی پر شہد جمع کر کے اپنے مشکیزہ میں بھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جس غار میں یہ شہد جمع کر رہا تھا اس کے دہانہ پہ دشمن جمع ہیں اور باہر نکلنے کا راستہ بند ہے مگر یہ مطلق نہ گھبرایا غار میں اور آگے بڑھ کر ایک درزہ تھا مگر وہ ایک خطرناک سپاٹ ڈھلوان چٹان تھی جو زمین تک چلی گئی تھی اس راستہ سے جانا موت کو دعوت دینا تھا۔ دشمنوں نے پکار کر کہا کہ "بہت دنوں تک چوری کرتے اور بچ بچ کر نکل جاتے رہے اب پھنس گئے ہو بس اب یا تو قید ہونا پسند کرو یا پھر لڑو۔ آج ہم تمھیں جیتا نہ چھوڑیں گے" اس نے بڑے اطمینان سے کہا نہیں یہ دونوں نہ ہو سکیں گی۔ یہ کہہ کر اس نے ہمت سے کام لیا شہد کو تو اس ڈھلوان چٹان پر بہا دیا پھر اپنی مشک اس پر بچھا دی پھر اطمینان سے

اس پر سینہ کے بل لیٹ کر جو پھسلنا شروع کیا ہے تو دم کے دم میں نہایت اطمینان سے نیچے زمین پر جا پہنچا وہاں پہنچ کر اس نے اپنی راہ لی اور دشمن دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

(۳) شَنفَریٰ

تذکرہ اس کا نام اَوس اور اس کے باپ کا نام حجر تھا۔ قبیلہ اَزد کا باشندہ تھا اور شنفریٰ اس کا لقب تھا۔ عرب میں ایک عجیب گروہ "صعالیک" کا ہوتا تھا۔ یہ لوگ دراصل تو لوٹ مار۔ چوری۔ بدمعاشی کا پیشہ کرتے تھے مگر لبسا اوقات بھک منگے بن کر کسی کے در پر جا پڑتے۔ اس کا دیا کھاتے۔ اس کے کچھ کام کر دیا کرتے مگر آس پاس کے حالات کی ٹوہ لگاتے رہتے اور کسی شخص یا کسی قبیلہ کو تاک کر اس پر حملہ کرنے اور لوٹنے کے لئے جا کر اپنی جماعت کے اور لوگوں کو بلا لاتے اور لوٹ مار کرتے۔ یہ بہادر مگر مفت خورے اور کام چور ہوتے تھے۔

شنفریٰ بھی انھیں صعالیک میں سے تھا۔ یہ شخص بہت بہادر تھا اور تابط شرا کی طرح بہت تیز دوڑتا تھا۔ اسے قبیلہ بنو سلامان سے کسی بات پر ضد اور دشمنی پیدا ہو گئی تھی۔ اور اس نے قسم کھائی تھی کہ میں ان کے سَو آدمی قتل کئے بغیر نہ مانوں گا۔ بنو سلامان کو اس کی اس قسم کی اطلاع ہو گئی۔ وہ اپنی حفاظت کے لئے چوکنا رہتے اور یہ اپنی قسم پوری کرنے کی فکر میں رہتا۔ یہ بڑا ہوشیار اور عیار بھی تھا۔ آخر ایک مدت میں جا کر مختلف تدابیر سے اس نے دشمنوں کے ۹۹ آدمیوں کو قتل کر دیا۔ مگر ایک دن اتفاق سے اس کے دشمن اس پر قابو پا گئے اور انھوں نے اسے پکڑ کر کہا اب تیری قسم پوری نہ ہو سکے گی۔ آج ہم تجھے قتل ہی کئے دیتے ہیں۔ اس نے کہا میں نے دل سے سچی قسم کھائی ہے اور خدا کے سامنے عہد کیا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ میری قسم ضرور پوری ہو گی۔ دشمنوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی کھوپڑی لڑھکتی ہوئی الگ جا پڑی۔

تھوڑی دیر بعد اتفاق سے اس کے دشمنوں میں سے ایک اس کی کھوپڑی سے ٹھوکر کھا کر کچھ اس بُری طرح گرا کہ مر گیا۔ اس پر دشمن بھی تعجب سے بول اُٹھے کہ واقعی دیکھو اس کی قسم پوری ہو ہی گئی کہ مر کر بھی ایک کو لے مرا۔

شنفری کی زندگی اگرچہ لوٹ مار میں گزری مگر یہ بھی عرب کے مشہور بہادر لوگوں میں سے تھا اور یہ مشہور شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا لامیہ جو "لامیۃ العرب" کے نام سے مشہور ہے عربی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔

تبصرہ | ۱۔ اسے منظر نگاری میں بڑا کمال حاصل تھا۔

۲۔ فخر اور بہادری کے مضامین اس کی شاعری میں کثرت سے ہیں اور اس میدان میں وہ کسی سے کم نظر نہیں آیا۔

(۴) مُنَخَّل

تذکرہ | اس کا نام منخل اور اس کے باپ کا نام عبید تھا۔ یہ بنو بکر کے مشہور خاندان لیشکر کا باشندہ تھا۔ منخل اور نابغہ دونوں نعمان بادشاہ کے مقرب درباری تھے ان دونوں میں باہم حریفانہ چشمک رہا کرتی تھی۔ نعمان کی ایک بیوی متجردہ بہت حسین تھی۔ منخل اس پر عاشق ہو گیا اور متجردہ بھی منخل کی بہادری اور شاعری کے حالات سن کر اس پر عاشق تھی۔ دونوں باہم خفیہ ملاقاتیں کرتے ایک بار نعمان نے نابغہ سے فرمائش کی کہ میری بیوی متجردہ کی بھی مدح و تعریف کرو۔ نابغہ نے مدح کہی اور ایسی بے مثل کہی کہ نعمان کو شبہ ہونے لگا کہ شاید یہ اس کا عاشق ہے اور شاید اس نے ملکہ کو قریب سے دیکھا ہے۔ بقول غالب ؎

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا ۔۔۔ بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

منخل کو حریفانہ وار کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے بھی نعمان سے نابغہ کی شکایت کر دی کہ اس کی نگاہ ملکہ پر کچھ بد معلوم ہوتی ہے۔ نعمان نے اسے قتل کر دینا چاہا۔ کسی طرح نابغہ کو اس کی خبر لگ گئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا جیسا ہم نابغہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ اس طرح منخل

نے دربار میں تو اپنا راستہ صاف کرلیا لیکن ایک دن اتفاق سے منخل اور ملکہ متجردہ دونوں خفیہ ایک جگہ بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے کہ نعمان نے دیکھ لیا۔ اُس نے فوراً منخل کو قید کردیا اور پھر غالباً نہایت خفیہ طور پر اُسے قتل کرادیا کہ پھر کسی کو اس کی خبر نہ مل سکی کہ منخل کیا ہوا۔ اسی قصہ سے عربی کی ایک مثل بن گئی کہ "لا افعلہ حتی یئوبَ المنخلُ" یعنی جب تک منخل نہ لوٹے گا میں یہ کام نہ کروں گا۔ گویا لوگ اس کی واپسی کے منتظر تھے۔

(۵) مرقش

اس کا نام عمرو اور اس کے باپ کا نام سعد تھا اس کا لقب مرقش اکبر تھا۔ یہ بھی بنو بکر کا ایک مشہور شاعر تھا چونکہ اس کے اشعار بہت دلکش ہوتے تھے اس لئے لوگ اسے مرقش کہنے لگے۔ یہ اپنی چچیری بہن اسمار پر عاشق تھا۔ چچا سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے منظور کرلی۔ یہ وعدہ لے کر وہ تلاشِ معاش میں پردیس چلا گیا۔ چچا نے کچھ دنوں انتظار دیکھنے کے بعد لڑکی کی شادی ایک دوسرے شخص سے کردی۔ کچھ دنوں کے بعد جب عمرو واپس آیا تو اسمار کی شادی کا حال سن کر اُسے صدمہ ہوا۔ آخر وہ ایک دوست کو اور اس کی بیوی کو ساتھ لے کر رقیب کی تلاش میں نکلا کہ اُسے قتل کردے مگر اُسے صدمہ اتنا سخت تھا کہ وہ راستہ ہی میں بیمار پڑ گیا۔ رفیقِ سفر نے اُسے ایک پہاڑ کی غار میں ٹھہرایا اور خود مع اپنی بیوی کے اس کی خدمت کرنے لگا۔ جب اس کی بیماری زیادہ بڑھی تو رفیق نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ اب کب تک ہم لوگ اس کی تیمارداری اس تنہائی اور وحشتناک جگہ میں کرتے رہیں صلاح یہ ہوئی کہ اس کو یہیں چھوڑ کر ہم لوگ اپنے گھر واپس چلے جائیں۔ اتفاق سے ان کا یہ فیصلہ عمرو نے سُن لیا اس نے جس طرح گرتے پڑتے اُٹھ کر چپکے سے رفیق کی کاٹھی کی لکڑی پر کوئلہ سے چند اشعار لکھ دیئے۔ انھیں اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دن منہ اندھیرے کوچ کرگئے اور اُسے اُسی جگہ تنہا چھوڑ گئے۔ گھر پہونچ کر ان دونوں نے یہ مشہور کردیا کہ عمرو مرگیا۔ اتفاق سے عمرو کے بھائی کی نظر ان اشعار پر پڑ گئی اُسے کچھ شک ہوا وہ

تھوڑی دیر بعد اتفاق سے اس کے دشمنوں میں سے ایک اس کی کھوپڑی سے ٹھوکر کھا کر کچھ اس بُری طرح گرا کہ مر گیا۔ اس پر دشمن بھی تعجب سے بول اُٹھے کہ واقعی دیکھو اس کی قسم پوری ہو ہی گئی کہ مر کر بھی ایک کو لے مرا۔

شنفری کی زندگی اگرچہ لوٹ مار میں گزری مگر یہ بھی عرب کے مشہور بہادر لوگوں میں سے تھا اور یہ مشہور شاعر بھی تھا چنانچہ اس کا لامیہ جو "لامیۃ العرب" کے نام سے مشہور ہے عربی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔

تبصرہ ۱۔ اسے منظر نگاری میں بڑا کمال حاصل تھا۔

۲۔ فخر اور بہادری کے مضامین اس کی شاعری میں کثرت سے ہیں اور اس میدان میں وہ کسی سے کم نظر نہیں آیا۔

(۴) مُنخّل

تذکرہ اس کا نام منخّل اور اس کے باپ کا نام عبید تھا۔ یہ بنو بکر کے مشہور خاندان لیشکر کا باشندہ تھا۔ منخّل اور نابغہ دونوں نعمان بادشاہ کے مقرب درباری تھے ان دونوں میں باہم حریفانہ چشمک رہا کرتی تھی۔ نعمان کی ایک بیوی متجردہ بہت حسین تھی۔ منخّل اس پر عاشق ہو گیا اور متجردہ بھی منخّل کی بہادری اور شاعری کے حالات سن کر اس پر عاشق تھی۔ دونوں باہم خفیہ ملاقاتیں کرتے تھے ایک بار نعمان نے نابغہ سے فرمائش کی کہ میری بیوی متجردہ کی بھی مدح و تعریف کرو۔ نابغہ نے مدح کہی اور ایسی بے مثل کہی کہ نعمان کو شبہ ہونے لگا کہ شاید یہ اس کا عاشق ہے اور شاید اس نے ملکہ کو قریب سے دیکھا ہے۔ بقول غالبؔ ؎

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا　　بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

منخّل کو حریفانہ وار کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے بھی نعمان سے نابغہ کی شکایت کر دی کہ اس کی نگاہ ملکہ پر کچھ بد معلوم ہوتی ہے۔ نعمان نے اسے قتل کر دینا چاہا۔ کسی طرح نابغہ کو اس کی خبر لگ گئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا جیسا ہم نابغہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ اس طرح منخّل

نے دربار میں تو اپنا راستہ صاف کر لیا لیکن ایک دن اتفاق سے منخل اور ملکہ متجردہ دونوں خفیہ ایک جگہ بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے کہ نعمان نے دیکھ لیا۔ اس نے فوراً منخل کو قید کر دیا اور پھر غالباً نہایت خفیہ طور پر اسے قتل کرا دیا کہ پھر کسی کو اس کی خبر نہ مل سکی کہ منخل کیا ہوا۔ اسی قصہ سے عربی کی ایک مثل بن گئی کہ "لا افعلہ حتی یئوب المنخل" یعنی جب تک منخل نہ لوٹے گا میں یہ کام نہ کروں گا۔ گویا لوگ اس کی واپسی کے منتظر تھے۔

(۵) مرقش

اس کا نام عمرو اور اس کے باپ کا نام سعد تھا اس کا لقب مرقش اکبر تھا۔ یہ بھی بنو بکر کا ایک مشہور شاعر تھا چونکہ اس کے اشعار بہت دلکش ہوتے تھے اس لئے لوگ اسے مرقش کہنے لگے۔ یہ اپنی چچیری بہن اسمار پر عاشق تھا۔ چچا سے شادی کی درخواست کی۔ اس نے منظور کر لی۔ یہ وعدہ لے کر وہ تلاشِ معاش میں پردیس چلا گیا۔ چچا نے کچھ دنوں انتظار دیکھنے کے بعد لڑکی کی شادی ایک دوسرے شخص سے کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد جب عمرو واپس آیا تو اسمار کی شادی کا حال سن کر اسے صدمہ ہوا۔ آخر وہ ایک دوست کو اور اس کی بیوی کو ساتھ لے کر رقیب کی تلاش میں نکلا کہ اسے قتل کر دے مگر اسے صدمہ اتنا سخت تھا کہ وہ راستہ ہی میں بیمار پڑ گیا۔ رفیقِ سفر نے اسے ایک پہاڑ کی غار میں ٹھہرایا اور خود مع اپنی بیوی کے اس کی خدمت کرنے لگا۔ جب اس کی بیماری زیادہ بڑھی تو رفیق نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ اب کب تک ہم لوگ اس کی تیمارداری اس تنہائی اور وحشتناک جگہ میں کرتے رہیں۔ صلاح یہ ہوئی کہ اس کو یہیں چھوڑ کر ہم لوگ اپنے گھر واپس چلے جائیں۔ اتفاق سے ان کا یہ فیصلہ عمرو نے سن لیا اس نے جس طرح گرتے پڑتے اٹھ کر چپکے سے رفیق کی کاٹھی کی لکڑی پر کوئلہ سے چند اشعار لکھ دئے۔ انھیں اس کی خبر نہیں تھی۔ وہ دونوں ایک دن موقع پا کر سفر کر گئے اور اسے اسی جگہ تنہا چھوڑ گئے۔ گھر پہونچ کر ان دونوں نے یہ مشہور کر دیا کہ عمرو مر گیا۔ اتفاق سے عمرو کے بھائی کی نظر ان اشعار پر پڑ گئی اسے کچھ شک ہوا وہ

اُن سے پتہ پوچھ کر کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اُسی غار پر پہنچا وہاں عمرو کو زندہ پایا۔ اُسے ساتھ لے کر وطن واپس آیا۔ دوسرے دن وہ اپنے بھائی عمرو مرقش کو اسماء سے ملاقات کرانے اسماء کے گھر لے گیا۔ مگر جیسے جیسے عمرو دیار محبوب سے قریب ہوتا جاتا تھا ویسے ویسے مریضِ عشق کی حالت ابتر ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ اس کے گھر تک پہنچتے پہنچتے عمرو نے دم توڑ دیا سچ کہا ہے ؎

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

(۶) جریر

اس کا نام جریر تھا متلمّس اس کا لقب تھا۔ باپ کا نام عبد المسیح تھا۔ قبیلہ بنو بکر کا رہنے والا تھا۔ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے درباری ہمنشینوں میں سے تھا۔ عرب کا جوانامرگ شاعر طرفہ اس کا بھانجہ تھا۔ طرفہ اور جریر دونوں بادشاہ حیرہ کے یہاں گئے، بادشاہ نے دونوں کو الگ الگ سربمہر فرمان دیا کہ اسے لے کر تم لوگ بحرین کے گورنر کے پاس جاؤ وہ تم دونوں کو انعام دے گا۔ اس کا قصہ جیسا طرفہ کے حالات میں لکھا جا چکا یہ ہوا کہ جریر نے اپنے پاس کا فرمان کھول کر پڑھوایا تو قتل کا حکم سنا اس لئے اس نے طرفہ کو منع کیا کہ تو بھی اب بحرین کے گورنر کے پاس نہ جا اور میں بھی نہ جاؤں گا۔ مگر طرفہ نہ مانا۔ آخر جریر خود وہاں سے بھاگ کر غسان کے بادشاہوں کے پاس چلا گیا۔ جب جریر کو معلوم ہوا کہ بحرین کے گورنر نے طرفہ کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اسے زندہ دفن کرا دیا ہے تو اس نے حیرہ کے بادشاہ کی مذمت اور ہجو میں ایک زوردار قصیدہ لکھا جو اُس کے بہترین قصائد میں سے ہے۔

(۷) ابو کبیر ھذلی

یہ بنو ہذیل کا مشہور شاعر تھا۔ تأبّط شرّا جوڈاکو شاعر تھا اور جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ اس کے بچپن میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ تأبّط شرّا کی ماں نے اسی ابو کبیر

سے نکاح کر لیا تھا۔ ابو کبیر اسی تابط شرا کے گھر میں اس کی ماں کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب لڑکا بڑا ہوا تو اسے ابو کبیر کا اس کی ماں کے پاس آنا جانا بُرا معلوم ہوا۔ ابو کبیر بھی بھانپ گیا۔ اس نے بیوی سے مشورہ لیا اس نے کہا کہ ہو سکے تو اس لڑکے کو جنگل میں لے جا کر کسی طرح مار ڈالو۔ اس مشورہ کے بعد اس نے ایک دن لڑکے سے پوچھا "میاں! کسی لڑائی میں شریک ہونا بھی چاہتے ہو یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہ شریک ہوں گا۔ اور میرا کام کیا ہے؟ تو ابو کبیر اسے ایک ایسے قبیلہ کی طرف لے گیا جس سے اس کی قدیم دشمنی تھی جب وہ بستی قریب آئی تو ابو کبیر نے کہا مجھے بڑی بھوک لگی ہے۔ کہیں سے کوئی چیز کھانے کو لادو۔ مطلب یہ تھا کہ یہ لڑکا بستی والوں میں جائے گا۔ میرا نام لے کر اپنا نام اور پتہ بتائے گا تو وہ لوگ اسے مار ڈالیں گے۔ میرا نام سننے کے بعد وہ اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اس طرح بغیر میری شرکت کے لڑکا قتل ہو جائے گا اور قصہ پاک ہو جائے گا۔ غرض لڑکا چلا۔ بستی سے باہر اس نے دو آدمیوں کو روٹیاں پکاتے دیکھا۔ سوچنے لگا کہ کس تدبیر سے ان کا کھانا چھینوں آخر کچھ سوچ کر پہلے تو بے دھڑک اس کے پاس تک چلا گیا وہ دونوں اسے دیکھ کر مارنے لپکے۔ یہ بھاگا۔ تو ایک تو واپس آکر روٹیاں پکانے لگا اور دوسرا کچھ دور تک اس کے پیچھے دوڑتا رہا تابط شرا تھا تو لڑکا مگر بہت تیز دوڑتا تھا آخر وہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا تاکہ ذرا دم لے کر اپنے ساتھی کے پاس واپس آجائے۔ تابط شرا کچھ دور جا کر پلٹا اور چھپتے چھپتے قریب آکر ایک تیر اس زور سے اسے مارا کہ وہیں تڑپ کر مر گیا۔ اس کے بعد چھپا چھپا دوسرے آدمی کے قریب پہنچا اور اسے بھی تیر مار کر ختم کر دیا۔ تابط شرا نے روٹیاں لیں اور لا کر سوتیلے باپ کے سامنے رکھ دیں۔ اور اُن کے حاصل کرنے کا سارا قصہ سنا دیا وہ اس کی بیباکی، بہادری اور چالاکی پر تعجب کرنے لگا۔ اس کے بعد اُٹھ کر ایک دوسری طرف چلا اور معلوم نہیں کس طرح کچھ اونٹ کہیں چر رہے تھے اور اس کے مالک کچھ غافل تھے بس یہ نہایت اطمینان سے انھیں ہنکا لایا اور باپ کے قبضہ میں دے دئے۔ اب دونوں اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چلے ابو کبیر اسے

قتل کرنے کا موقع تلاش کرتا رہا۔ آخر ایک جگہ دونوں رات بسر کرنے کے لئے ٹھہرے! ابوکبیر نے سوچا کہ آج رات کو میں جاگتا رہوں اور یہ لڑکا جب سو جائے تو میں اسے قتل کر کے اونٹ لے کر اپنی بیوی کے پاس چلوں۔ یہ سوچ کر اس نے لڑکے سے کہا آدھی رات تک تم سو رہو میں جاگتا ہوں۔ پھر میں تم کو نصف شب کے بعد جگا کر خود سو جاؤں گا اس طرح باری باری جاگ کر ہم اونٹوں کی حفاظت کر سکیں گے۔ چنانچہ ابوکبیر جاگتا رہا اور لڑکا سو گیا جب ابوکبیر نے سمجھا کہ اب وہ غافل سو گیا ہے تو اس نے امتحان کے لئے پہلے ایک کنکری لڑکے پر پھینکی۔

تأبّط شرا ایسی چوکنا نیند سوتا تھا کہ کنکری پڑتے ہی فوراً اُٹھ بیٹھا اور پوچھنے لگا کیا بات ہے مجھے کیوں جگایا۔ ابوکبیر نے یہ کہہ کر بات بنائی کہ مجھے کچھ چوروں کا کھٹکا اُس طرف سے ہو رہا ہے۔ لڑکا بہت نڈر تھا۔ باپ سے یہ سُن کر اُسی طرف چوروں کی تلاش میں چلا اور اکیلے جا کر چاروں طرف دیکھ آیا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ آکر پھر سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابوکبیر نے سمجھا کہ اب یہ خوب غافل سو چکا ہے اب نہ جاگے گا یہ سوچ کر امتحاناً پھر کنکری پھینکی یہ پھر جھٹ پٹ اُٹھ بیٹھا اور پوچھا کیا ہے۔ اُس نے کہا وہ دیکھو اُدھر سے کوئی درندہ شاید آ رہا ہے لڑکا پھر اکیلا جا کر اِدھر اُدھر ہر طرف دیکھ آیا کچھ بھی نہ تھا۔ لڑکا پھر سونے کے لئے لیٹا تو باپ سے کہنے لگا کہ اب اگر تم نے مجھ کو بلا وجہ جگایا تو خدا کی قسم میں تم کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ یہ کہہ لڑکا سو گیا اس کے بعد ابوکبیر بھی سو گیا۔ صبح دونوں باپ بیٹے اونٹ ہمراہ لئے گھر واپس آئے ابوکبیر نے بیوی سے سارا قصہ کہہ سنایا اور اپنی جان کے خوف سے اُس نے اس بیوی سے نکاح کا تعلق ختم کر دیا یعنی طلاق دے دی۔ مگر وہ برابر تأبّط شرا کی چالاکی۔ بیباکی۔ بہادری اور غیرت وغیرہ کی تعریفیں کرتا رہا۔ چنانچہ اس کی نظم تأبّط شرا کی تعریف میں حماسہ میں بھی موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے:-

ولقد سَرَیتُ علی الظلام بمغشمٍ

(۸) امیّہ

اس کا نام اُمیّہ اور اس کے باپ کا نام صَلت تھا۔ یہ طائف میں محلہ بنو ثقیف کا ایک

سنجیدہ اور باوقار آدمی تھا۔ یہود و نصاریٰ کی صحبت میں رہ کر کتبِ آسمانی کے وقائع اور احکام سے اس نے خوب واقفیت حاصل کرلی تھی۔ اس لئے شراب خواری۔ بُت پرستی اور قمار بازی سے اسے بہت نفرت تھی۔ اس نے انھیں سے سُن سُن کر اپنے پڑوسی قبائل کو خبر دے رکھی تھی کہ عرب میں عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں کیونکہ یہود اور نصاریٰ کی کتابوں میں ان کی آنے کی اطلاع اور علامات لکھی ہیں لیکن دل میں سمجھتا تھا کہ وہ نبی میں ہی ہوں۔ اس نے اکثر قصائد میں خدا کی حمد و توحید۔ فرشتوں کا ذکر۔ انبیار سابقین علیہم السلام کے بعض واقعات۔ جنت اور دوزخ کا بیان کیا ہے۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو یہ شخص حسد کے مارے بیتاب ہوگیا۔ اور لوگوں کو آپ کے خلاف ورغلانے لگا۔ جنگ بدر کے مشرک مقتولین کا مرثیہ کہہ کر لوگوں کو اسلام کے خلاف بہت اُبھارا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کے اشعار سنے تو فرمایا اس کی زبان مومن ہے مگر دل کافر ہے۔ یہ زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ ۶۲۴ء میں مرا۔

(۹) برّاق

اس کا نام برّاق اور اس کے باپ کا نام روحان تھا۔ یہ بنو تمیم کی بستی کا باشندہ تھا۔ بچپن میں اپنے گھرانہ کے اونٹ چرانے ایک طرف نکل جاتا تھا راستہ میں ایک عیسائی راہب کا مکان پڑتا تھا۔ یہ اس کی عبادت کے طریقوں کو دیر دیر تک دیکھتا رہتا تھا یہ دیکھ کر راہب نے اُسے عیسائی مذہب کی تعلیم دینی شروع کردی۔ آخر یہ بھی عیسائی ہوگیا۔ شہسواری اور شاعری میں یہ بڑا ماہر اور مشاق تھا۔ بنو ربیعہ کا طرفدار بن کر بنو طے سے جنگ کی آخر بوڑھا ہو کر ۵۲۵ء میں مرا۔

(۱۰) حاتم طائی

اس کا نام حاتم اور باپ کا نام عبداللہ تھا۔ بنو طے کا رہنے والا تھا۔ یہ بچہ ہی تھا کہ اس کا باپ عبداللہ مرگیا۔ ماں کے پاس کافی مال تھا اور وہ اسے نہایت دریا دلی سے

حاجت مندوں اور غیر حاجت مندوں میں تقسیم کرتی تھی یہ دیکھ کر بھائیوں نے منع کیا۔ مگر یہ سخاوت سے باز نہ آتی تھی۔ آخر انھوں نے اس کی سخاوت کو فضول خرچی سمجھ کر اسے یہ سزا دی کہ اس کا سارا مال تو اپنے قبضہ میں کیا اور اسے قید کر دیا اور ایک ایک چیز کو اسے بہت ترساتے رہے تاکہ اس قید کے بعد جب پھر اسے اس کا مال واپس ملے گا تو یہ اس کی قدر کرے گی۔ کچھ دنوں کے بعد اسے قید سے رہا کیا اور امتحان کے لئے پہلے اسے تھوڑا سا مال دیا۔ اتفاق سے تھوڑی ہی دیر بعد اس کے پاس ایک مصیبت زدہ عورت بھیک مانگتی آئی۔ حاتم کی ماں نے وہ سارا مال اٹھا کر اُس عورت کو دے دیا اور کہا کہ چوں کہ میں خود ناداری کی سخت تکلیف بھگت چکی ہوں اس لئے اب میں نے عہد کیا ہے کہ کسی کی حاجت پوری کرنے میں دیر نہ لگاؤں گی۔ اسی ماں کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ حاتم سخاوت میں ضرب المثل بن گیا یہاں تک کہ اس کی سخاوت کے متعلق بہت سے قصے فرضی گھڑ لئے گئے، اس کی سخاوت کا ایک قصہ یہ ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد یہ دادا کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا حال یہ تھا کہ جب اسے کھانا دیا جاتا تو وہ جب تک کسی کو ساتھ کھانے کے لئے نہ پاتا۔ کھانا نہ کھاتا۔ بلکہ پھینک دیتا۔ دادا کو اس کی یہ بات ناگوار تھی آخر اُس نے حاتم کو اپنے اونٹوں کا گلہ چرانے پر لگا دیا۔ ایک دن عبید بن الابرص۔ بشر بن ابی حازم۔ اور نابغہ ذُبیانی تینوں آدمی اک ساتھ نعمان بادشاہ کے دربار کو جا رہے تھے اور راستہ میں حاتم کے پاس سے گزرے اور انھوں نے اس سے کچھ کھانے کو مانگا۔ یہ انھیں پہچانتا بھی نہیں تھا پھر بھی اس نے ہر ایک کے لئے ایک ایک ایک اونٹ ذبح کر دیا اور ان کو دو ایک دن روکا۔ جب وہ چلنے لگے تو اس نے اپنے دادا کے سارے اونٹ جو تین سو کے قریب تھے ان تینوں کو بانٹ دئے۔ دادا کو جب اس کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے اس کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ مگر حاتم نے کچھ پروا نہ کی۔

یہ بھی عرب کے دوسرے رئیسوں کی طرح شاعر تھا۔ اس کے یہاں سخاوت۔ مروت۔ ضیافت کے مضامین زیادہ ہیں۔ اس کی شاعری بھی اس کی زندگی کا گویا عکس ہے۔